AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783
https://aljamei.com/index.php/ajrj

موت، قربانی, قرضِ حسن اور جہاد و قیادت (سورۃ البقرۃ کی آیاتِ 243–253) کا تحقیقی و تفسیری جائزہ
(شیخ گوہر الرحمن کی صوتی تفسیر کی روشنی میں)

Death, Sacrifice, Qard al-Hasan, Jihad and Leadership: A Research and Exegetical Study of Verses 243–253 of Surah Al-Baqarah.(In the Light of the Audio Tafsir of Sheikh Gohar-ur-Rehman)

Dr *Hidait Ullah*
Assistant *Professor* Department of Islamic Studies *Qurtuba University of Science & IT Peshawar*

Dr Asghar Ali Khan
Assistant *Professor*Institute of Islamic Studies,
Mirpur university of science and technology (MUST) Mirpur AJK -10250
asghar.iis@must.edu.pk

Muhammad Imran Khan
Lecturer institute of islamic studies mirpur university of science and technology (MUST) Mirpur AJK -10250
Imran.iis@must.edu.pk

Abstract

This research article presents an exegetical and analytical study of verses 243–253 of Surah Al-Baqarah, highlighting the fundamental principles of fear of death, sacrifice, Qard al-Hasan (benevolent loan), jihad, and leadership. The study is primarily based on the audio exegesis of Sheikh Gohar-ur-Rehman, through which the historical, religious, and social dimensions of these verses are explored. These verses describe two significant events from the history of the Children of Israel: the first concerns a group of people who fled their homes out of fear of death, upon which Allah caused them to die and later brought them back to life as a lesson for others; the second is the account of the battle between Talut (Saul) and Jalut (Goliath), in which a small group, through faith, patience, and strong leadership, overcame a much larger army.

The study demonstrates that the Qur'an teaches that escape from death is impossible; therefore, steadfastness in the path of Allah is the true path to success. Furthermore, the concept of leadership presented in these verses emphasizes that the true

criteria for leadership are knowledge, capability, and physical competence rather than wealth or noble lineage, as illustrated by the selection of Talut. In addition, the verses introduce the concept of Qard al-Hasan, which refers to spending wealth sincerely in the path of Allah, for which Allah promises multiplied rewards.

The findings of this research indicate that faith, patience, sacrifice, and effective leadership are essential factors for the success of any community. The teachings of the Qur'an provide guidance not only for spiritual life but also for collective, political, and social systems, emphasizing that true success can only be achieved through trust in Allah and strong collective discipline.

Keywords:

Surah Al-Baqarah. Jihad and Sacrifice. Qur'anic Principles of Leadership. Qard al-Hasan (Benevolent Loan). Faith and Patience

ابتدائیہ

سورۃ البقرۃ کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تاریخی واقعات، جہاد کی ترغیب، قیادت کے اصول، اور ایمان و صبر کی بنیاد پر کامیابی کے اسباب کو بیان فرمایا ہے۔ ان واقعات میں ایک طرف موت کے خوف سے بھاگنے والوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ نے عبرت کے طور پر موت دے کر دوبارہ زندہ کیا، اور دوسری طرف طالوت و جالوت کا واقعہ ہے جس میں اللہ نے کمزور جماعت کو صبر و ایمان کے ذریعے عظیم فتح عطا کی۔ یہ آیات نہ صرف تاریخی سبق دیتی ہیں بلکہ آج کے مسلمانوں کے لیے جہاد، قربانی، قیادت اور اجتماعی نظم کے اصول بھی واضح کرتی ہیں۔

ضرورت و اہمیت

سورۃ البقرۃ کی ان آیات میں مسلمانوں کے لیے جہاد کی ترغیب اور اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ موت سے ڈر کر بھاگنا نقصان دہ ہے، کیونکہ موت سے فرار ممکن نہیں، جبکہ اللہ کی راہ میں ثابت قدمی ہی عزت اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ان آیات میں قیادت کے اصول بھی بیان کیے گئے ہیں، جہاں طالوت کے انتخاب سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قیادت کا اصل معیار علم، صلاحیت اور جسمانی قوت ہے، نہ کہ مال و دولت یا خاندانی حیثیت۔ مزید برآں، ایمان اور صبر کو کامیابی کی کنجی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ چھوٹی جماعت کا بڑی فوج پر غالب آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان اور صبر اللہ کی نصرت کو کھینچ لاتے ہیں۔ اسی طرح قرضِ حسنہ کا تصور بھی ان آیات میں بیان ہوا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا دراصل اللہ کو قرض دینا ہے، اور اس کا اجر کئی گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ آخر میں سیاستِ قرآنی کا اصول بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلامی سیاست کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہے، نہ کہ ذاتی مفاد یا دنیاوی اقتدار۔ یہ تمام پہلو اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ قرآن کی تعلیمات نہ صرف روحانی بلکہ اجتماعی اور سیاسی زندگی کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

2. سورۃ البقرۃ آیت نمبر 243 تا آیت نمبر 286

2.1 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 243 سے آیت نمبر 253 تک کی تفسیر کا اردو ترجمہ اور تحقیق و تخریج

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ ہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ۪ فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ۟ ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی
النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ

يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ
مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ
الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ
الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ
سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾٪

کیاتم نے نہیں دیکھااُن لوگوں کو جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے نکلے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ مر جاؤ، پھر ان کو زندہ کر دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور لڑو اللہ کے راہ میں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کون ہے وہ شخص جو قرض دے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض پھر اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھادے اور اللہ ہی تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے (رزق کو) اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیاتم نے نہیں دیکھا بنی اسرائیل کے سرداروں کو جو موسیٰ کے بعد انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک امیر مقرر کرو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑے تو پیغمبر نے کہا کہ کیا یہ احتمال ہے کہ تم کو اگر لڑائی کا حکم ہو جائے اور تم نہ لڑے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم نہیں لڑیں گے اللہ کے راہ میں حالانکہ ہمیں اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے نکال دیے گئے ہیں۔ پھر جب ان پر جنگ فرض ہوئی، تو چند ایک کے علاوہ ان میں سے سب پھیر گئے, اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو امیر لشکر مقرر کیا ہے۔ تو کہنے لگے کہ ان کو ہمارے اُپر حکمرانی کا حق کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہم بنسبت ان کے حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کو تو مالی وسعت بھی نہیں دی گئی ہے۔ تو شموئل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں ان کو منتخب فرمایا ہے۔ اور ان کو تم سے زیادہ علم اور جسمانی طاقت دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اپنا ملک جسے چاہے، اور اللہ ہی فضل کرنے والا اور علم والا ہے۔ اور بنی اسرئیل سے ان کے نبی نے کہا کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس کے اندر تسکین کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی چھوڑے ہوئیں چیزیں ہوں گی۔ اس صندوق کو فرشتے لے کر آئیں گے۔ اس میں تمہارے لئے پوری نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو"۔

ماقبل کے ساتھ ربط

آیت البر سے آیت نمبر 242 تک احکام کا بیان تھا اب اس کے بعد غزوات کا بیان شروع ہوا۔ اور غزاو قتال فروعِ بر میں شامل ہیں۔ اس پہلے قتال کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ قتال کی بحث شروع ہوئی ہے۔ اس آیت کا تعلق بھی قتال کے ساتھ ہے۔

شان نزول

اس آیت کی شان نزول میں تفسیر ابن کثیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ " كانوا اهل قرية يقال لها ذا وردان "[1] یہ لوگ ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اس گاؤں کا نام ذاوردان تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ "واسط" جو

عراق کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جس کا نام ذوور دان تھا۔ اس حوالے سے سعید بن عبد العزیز[2] کہتے ہیں کہ " كانوا من اهل قرية يقال اذروعات"[3] یہ شام کے ازروعات گاؤں کے لوگ تھے۔ کچھ لوگ ان کی تعداد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ 40 ہزار لوگ تھے۔ اور کچھ کہتے ہیں کہ 8 ہزار لوگ تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ 4 ہزار تھے۔[4] (واللہ اعلم) ہمیں عدد معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن اس سے خاموش ہے۔ ان پر موت کا خوف طاری ہوا۔ اور دشمن نے ان پر حملہ کیا تو مقابلہ کے بجائے وہ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے راستے میں بغیر جنگ کے مار دیئے۔[5] کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دشمن نے حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ ان پر وبائی مرض آیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔[6] حالانکہ ان کو نہیں بھاگنا چاہیئے تھا۔ شرعی حکم بھی یہ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے کہ " جس گاؤں میں وبائے امراض آئے تو اس جگہ کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اللہ کے حکم پر صبر کرنا چاہئے۔ اور اگر دوسرے گاؤں میں وباء پھیلا ہوں تو اس گاؤں میں جانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ خود اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔"[7]

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دنیا میں کیسے زندہ ہوگئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ موت اجل سے پہلے آئی تھی اس لئے اجل سے پہلے آئی ہوئی موت سے دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے۔ جس طرح کوہ طور میں موسیٰ علیہ السلام کے 70 ساتھیوں کا اجل مقرر کے بغیر موت ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیئے تھے۔ اس سزا کا مقصد یہ بتانا تھا کہ موت سے نہیں بھاگا جاسکتا۔ لہٰذا جہاد میں حصہ لیا کرو، اور موت سے مت ڈرو۔ اور اس واقعہ سے ترغیبِ جہاد بھی مقصود ہے۔

واقعہ طالوت

یہاں دوسرا واقعہ طالوت کا پیش کیا گیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں سموئیل علیہ السلام ایک پیغمبر گزرا ہے جس کو (شموئل) بھی کہا گیا ہے۔ 1100 قبل مسیح تا 1020 قبل مسیح تک اس کا زمانہ نبوت تھا۔ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرا ہے۔ اس دور میں بنی اسرائیل سے عمالقہ کے حکمران جالوت نے ملک پر قبضہ کیا تھا اور تابوت لے گئے تھے جس میں تورات کا اصل نسخہ تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے کپڑے بھی تھے۔ لیکن اصل میں اس کے اندر تورات کا نسخہ تھا۔ باقی بھی چیزیں ہونگی۔ عمالقہ عملیق کے اولاد میں سے تھے۔ ان کے سردار کا نام جالوت تھا جو بہت بڑا ظالم تھا۔ عمالقہ اصل میں مشرک تھے۔ جو بہت زیادہ طاقتور تھے۔ کافی عرصہ تک بنی اسرائیل نے ذلت کی زندگی گزاری لیکن بالآخر انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت سموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے ایک قائد اور رہبر مقرر کریں تاکہ ہم عمالقہ کے ساتھ جنگ کر کے اپنے ملک، قیدی اور صندوق کو آزاد کریں۔ یہ بات انہوں نے ان سے اس لئے کی کہ سموئیل علیہ السلام ان کا پیغمبر تھا، اگرچہ پیغمبر کی موجودگی میں کوئی دوسرا حکمران اور سربراہ نہیں بن سکتا۔ جو وقت کا پیغمبر ہوگا وہی امیر اور حکمران بھی ہوگا۔ لیکن چونکہ ایک تو حضرت سموئیل علیہ السلام بوڑھے تھے اور دوسرا یہ کہ ہر جہاد میں امیر المؤمنین کی شرکت اور سرپرستی ناممکن ہوتی ہے۔ اس لئے ان سے امیر مقرر کرنے کا مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے امیر جیش مقرر کریں جو آپ کے ماتحت ہو۔ نبی علیہ السلام بھی ماتحت امراء مقرر فرماتے تھے۔ اور ان کے ماتحت لشکر ترتیب دیتے تھے۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ امیر سفر اور امیر لشکر کی تقرر کے لئے وحی نازل نہیں فرماتا ہے، لیکن اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ

اہمیت دے کر وحی نازل فرمائی اور طالوت کو سپہ سالار مقرر کیا۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو حکمران مقرر تو کیا ہے لیکن چونکہ یہ خاندانی طور پر سردار نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ غریب ہے۔ ان کے پاس دولت نہیں ہے اس لئے ہم ان کو سردار ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کے پاس نہ دولت ہے اور نہ قبیلہ۔ یہ لوگ دراصل نشنلسٹ اور سرمایہ دار تھے جو قوم اور دولت کو دیکھتے تھے۔ قابلیت اور صلاحیت کو نہیں دیکھتے تھے۔ لیکن شموئیل علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا کہ یہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ صحت مند اور قوی ہے اور دوسرا کمال یہ ہے کہ جنگ اور جہاد کا علم ان کے پاس زیادہ ہے۔ لہٰذا کسی منصب پر تقرری میں اہمیت علم اور صلاحیت کو حاصل ہے قبیلہ ان کا چھوٹا ہو یا بڑا۔ اگرچہ قبیلہ تو آپ سب کا ایک ہی تھا، آپ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام ور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہوں۔ اور اگر قبیلہ الگ بھی ہو تو قبیلے کے لئے کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اصل اعتبار صلاحیت کو اعتبار ہے۔ طالوت ایک صحت مند اور تجربہ کار نوجوان تھا اور ان کے اندر ایک سپہ سالار کی صفات موجود تھیں۔ لیکن یہ قوم اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ بھی دکھایا۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جو صندوق جالوت لے کہ گیا تھا اس صندوق کو لا کر طالوت کے گھر کے سامنے رکھ دے۔ فرشتوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صندوق لا کر طالوت کے گھر کے سامنے رکھ دیا۔

اس مقام پر بہت سے اسرائیلی روایات ہیں جو مختلف تفاسیر نے نقل کئے ہیں ان اقوال میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ صندوق عمالقہ جہاں بھی رکھتے تھے، وہاں وباء آتا تھا، جس کی وجہ سے عمالقہ تنگ آ گئے، اور تابوت کو بیل گاڑی میں رکھ کر چھوڑا تاکہ جہاں بھی چاہے لے جائے لیکن ہماری جان اس سے چھوٹ جائے۔ پھر یہی بیل گاڑی آ کر طالوت کے گھر کے سامنے رُکھی[8]۔ یہ روایت نہ احادیث میں کہی ملتی ہے اور نہ قرآن سے ثابت ہے۔ صرف اسرائیلی روایت ہے۔ جس کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ "لَا نُصَدِّقُ وَلَا نُکَذِّبُ" نہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ کیسے آیا تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ فرشتے لے کر آئے۔ جب یہ صندوق طالوت کے گھر پہنچا، تو بنی اسرائیل ان سے متاثر ہو گئے کہ یہ واقعی عجیب و غریب انسان ہے اور ان کی سرداری اور سپہ سالاری قبول کر دی۔ جس کے بعد انہوں نے لشکر ترتیب دیا اور جنگ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس موقع پر طالوت نے ایک حکم دیا کہ راستے میں ایک نہر آئے گا۔ پیاس کے باجود اس نہر سے کوئی پانی نہیں پیئے گا۔ البتہ اگر ایک ہاتھ سے پی لیں تو اجازت ہو گی کیونکہ اس سے پیاس بُجھتا نہیں ہے، مزید بڑھتا ہے۔ طالوت نے ان کی تربیت کے غرض سے یہ شرط لگا دی۔ جب لشکر نہر پر پہنچا تو انہوں نے حکم کے خلاف کر کے چند افراد کے علاوہ سب نے پیٹ بھر کہ پانی پیا۔ صرف چند افراد رہ گئے تھے۔ جن کی تعداد قرآن میں تو ذکر نہیں ہے۔ البتہ حدیث میں "313" کا ذکر آیا ہے۔ جتنی تعداد اصحاب بدر کی ہے۔ بس اتنے لوگ طالوت کے ساتھ رہ گئے باقی ہزاروں کی تعداد میں فوج پیچھے رہ گئی۔ دراصل ابتداءً بھی یہ لوگ طالوت کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ لیکن راستے میں عدم اطاعت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ طالوت ان کو ساتھ لینا بھی نہیں چاہ رہا تھا اور انہوں نے خود بھی پہلے سے اعلان کیا تھا کہ ہم جالوت کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے۔ داؤدؑ اس وقت کم عمر نوجوان تھا وہ اپنے بھائیوں سمیت اس جنگ میں شریک ہوا۔ اور داؤد علیہ السلام ہی کے ہاتھ سے جالوت قتل ہوا۔ جس کی بعد جالوت کی لشکر شکست کھا گئی اور طالوت کو فتح نصیب ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موت سے نہیں ڈرنا چاہیے، کیوں کہ کبھی کبھار چھوٹی جماعت کو اللہ تعالیٰ بڑے لشکر پر فتح

عطا فرماتا ہے۔ یہ واقعہ بھی ترغیب الی الجہاد کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔

قرض حسنہ سے کیا مراد ہے؟

قرض حسنہ سے مراد حلال مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا قرض حسنہ ہے، یہ ایسا ہے جیسے تو نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا ہو جس کو اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا کر دے گا۔ "یُضٰعِفَہٗ" کا یہ معنی کرنا کہ اللہ تعالیٰ دوچند کر کے دیتا ہے یہ معنیٰ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ لہٰذا الترغیب والترہیب میں منذری نے نقل کیا ہے۔ کہ جو لوگ جہاد میں گھر بیٹھے ایک روپیہ خرچ کریں تو اس کو 700 روپے کا ثواب ملے گا۔ اور اگر خود بھی میدان جہاد میں ہوں اور پیسے بھی خرچ کریں تو اس کو سات لاکھ کا ثواب ملے گا۔ اور مجاہد جب جہاد میں نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے، تو پھر 700 کو 700000 میں ضرب دے، اور جب آپ 700 کو 7 لاکھ میں ضرب دیں گے تو اس سے 49 کروڑ بن جاتا ہے[9] (یہ روایت ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔) لہٰذا جب مجاہد جہاد میں نماز پڑھتا ہو تو اس ایک نماز کا ثواب 49 کروڑ کے برابر ہے۔ اور ایک روزے کا ثواب 49 کروڑ روزوں کے برابر ہے۔ اگرچہ جہاد میں روزہ توڑنا بھی جائز ہے۔ لیکن یہ احادیث جہاد کے بارے میں وارد ہیں۔ یہ جہاد بالعلم، جہاد باللسان اور تبلیغ و نصیحت کے بارے میں وارد نہیں ہیں۔ البتہ آپ علم اور تبلیغ کو قتال پر قیاس کر سکتے ہیں۔ لیکن اصل وارد قتال کے بارے میں ہی ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ

ملاءٌ سے مراد "امت تجتمع لتشاور"[10] وہ لوگ جو مشورے اور مشاورت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ جس کو آج پارلیمنٹ کہا جاتا ہے یعنی بنی اسرائیل کے نمائندہ جمع ہوگئے۔ اور پیغمبر کے پاس گئے کہ ہمارے لئے ایک سپہ سالار مقرر کریں، ہم جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ تو پیغمبر نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ تم پھر انکار کریں۔ تو انہوں نے درخواست کی کہ ہم کیسے جہاد سے انکار کریں گے انہوں نے تو ہمارا صندوق قبضہ کیا ہوا ہے۔ ہماری اولاد کو بھگا کر لے گئے ہیں۔ آپ صرف ہمارے لیے ایک سپہ سالار مقرر کریں آپ تو ویسے بھی بوڑھے ہیں۔ غزا میں آپ شرکت کر نہیں کر سکتے۔ تو پیغمبر نے کہا کہ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تو سرداران بنی اسرائیل نے کہا کہ یہ تو غریب ہے۔ اور خاندان ان کا چھوٹا ہے تو پیغمبر نے کہا کہ آپ میں سے زیادہ لائق ہے اور قابلیت کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔ بالآخر جب صندوق آیا تو بنی اسرائیل طالوت کی قیادت پر راضی ہوگئے لیکن راستے میں ایک بار پھر پھسل گئے اور کہنے لگے کہ ہم جالوت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو ان میں سے 313 کے علاوہ باقی سب پیچھے رہ گئے، جو دراصل ان کے لئے ہلاکت تھی۔ اور ان 313 افراد نے دشمن پر حملہ کیا، اور دشمن کو شکست دے کر فاتح ٹھہرے۔ اس میں اشارہ دیا جا رہا ہے کہ جہاد سے خوف اختیار نہ کرو، ہاں بے شک خوب انتظام کرو، اسلحہ اور طاقت جمع کرو۔ لیکن اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر کرو۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو قوم بھی جہاد کریگی وہ کبھی ذلیل نہیں ہو گی۔ چیچنیا کی مثال ہمارے سامنے ہیں۔ وہ ایک ایٹمی قوت کے سامنے کھڑے ہیں اور بہت زیادہ قربانیاں دے رہے ہیں۔ اگرچہ روس کو اللہ تعالیٰ نے افغانستان میں ذلیل کیا ہے۔ جس سے وہ عبرت حاصل نہیں کر رہا۔ حالانکہ اس کو کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا، کھانے کے لئے امریکہ کے چوکٹ پر گرتا ہے۔ ان کی فوج کو تنخوا کیا کھانا بھی نہیں مل رہا۔ افغانستان جہاد کی برکت سے سویت یونین 15 ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور چیچنیا جیسے ایک چھوٹے سے ملک کے ساتھ مذاکرات پر مجبور ہو گیا۔ اگرچہ چیچنیا کے مسلمان شہید بھی ہوگئے، بے گھر بھی ہوگئے، لیکن پھر بھی شکست تسلیم کرنے کے لئے

تیار نہیں ہیں۔ دوسری طرف پاکستان نے کارگل کو فتح کیا تھا، لیکن ہمارے حکمرانوں نے امریکہ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیتے ہوئی جنگ کو نہ چھوڑے اور نہ دنیا میں کوئی ایسی قوم ہے کہ جو جیتا ہوا مورچہ دشمن کو واپس کر دے۔ اور اسلام بھی اس کے حق میں نہیں ہے۔ لیکن ہمارے حکمرانوں نے مورچہ چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کو سزا دی۔ چونکہ نواز شریف نہ اسلامی نظام نافذ کرتا تھا۔ نہ سودی نظام کے خاتمے کے لئے تیار تھا اور نہ کشمیر کی آزادی میں دلچسپی لیتا تھا۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں کے مقرر کردہ جرنیل کے ذریعے ذلیل کر دیا۔ اگرچہ یہ جرنیل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں آیا اور نہ ان کو قوم کے مفاد عزیز ہے۔ بلکہ یہ بھی اپنے مفاد کے لئے آیا ہے۔ یہ تو صرف دینی لوگ ہیں۔ جو عہدے اور سیاست اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ اپنے لئے نہیں مانگتے اور اسلامی سیاست کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ جو قرآن میں ذکر ہوا ہے۔ اس لئے میں اس دورہ تفسیر میں بھی سیاست بیان کرتا ہوں تاکہ قرآن کی سیاست واضح ہو جائے۔ اور غیر اسلامی سیاست پر لعنت بھیجتا ہوں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ غیر اسلامی سیاست میں بادشاہت اور وزارت بھی ملتی ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ البتہ اسلامی سیاست جو اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبے کے لئے کیا جاتا ہے اس کو میں پسند کرتا ہوں۔

اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا۔

ابوحیان اندلسی نے "البحر المحیط" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "بين لنا من تصدر عنه تدبير الجيش عن ابن عباس ملک الجيش"[11] یعنی یہاں "ملکاً" سے امیر الجیش مراد ہے بادشاہ مراد نہیں ہے۔

بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ سے کیا مراد ہے؟

اس حوالے سے صحابہ کے شیخ التفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم سے علم الحرب مراد ہے[12]۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾"۔

پھر جب طالوت فوجیں لے کر باہر نکلا تو فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری آزمائش ایک نہر کے ذریعے کرنا چاہتا ہے۔ سو جس نے اس نہر سے پانی پیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہو گا۔ اور جس نے نہیں پیا اس نہر سے تو وہ ہم سے ہے۔ اِلّا یہ کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھریں۔ پھر ماسوائے چند نے نہر سے پیٹ بھر کر پانی پی لیا۔ پھر جب طالوت اور ان کے ساتھ ایمان والے پار ہوئے تو کہنے لگے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کی لشکر کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ تو وہ لوگ کہنے لگے، جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے، کہ بارہا چھوٹی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب ہوئی، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور پھر جب جالوت اور ان کی فوج کے آمنے سامنے ہو گئے تو بولے کہ اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے قدم جمائے رکھنا اور اس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ پھر مسلمانوں نے جالوت کی فوج کو اللہ کے حکم سے شکست دی۔ اور داود نے جالوت کو مار ڈالا۔ اور اللہ تعالیٰ نے داوٗد کو سلطنت اور حکمت دے دی، اور جو چاہا

وہ سکھایا، اور اگر اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو دوسری گروہ کے ذریعے دفع نہ کرتے تو پوری زمین فساد سے بھر جاتی۔ اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم تجھ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں اور تو (اے محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بے شک رسولوں میں سے ہے"۔

تفسیری نکات

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ

تفسیر قرطبی میں روایت ہے کہ سُدّی کے قول کے مطابق اس فوج کی تعداد 80 ہزار تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ "كان جنود في قول سُدِّی ثمانين الفاً"[13] لیکن یہ بات یقینی نہیں ہے صرف ایک قول ہے۔ ممکن ہے کہ کم یا زیادہ ہو۔ طالوت کو عبرانی میں ساؤل کہا جاتا ہے۔ لیکن جب عربی میں مستعمل ہوا تو طالوت بن گیا۔ یہ بنی اسرائیل کے اس خاندان سے تھا جس میں کوئی پیغمبر اور سردار نہیں گزرا تھا۔ ان کا خاندان سرداری والا خاندان نہیں تھا۔ البتہ ان کے اندر صلاحیت اور اہلیت موجود تھی، اس لئے سرداری ان کی حوالے کر دی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدوں کی تقسیم صلاحیت پر ہوتی ہے۔ خاندانی برتری، رشوت اور تعلقات کے بنیاد پر نہیں ہوگی۔

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۔

تفسیر قرطبی کہتا ہے کہ "هو نهر بين الأُردن و فلسطين"[14] یعنی یہ نہر اردن اور فلسطین کے درمیان ہے۔ قرآن مجید نے اس کا نام نہیں لیا ہے۔ کوئی دوسرا نہر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرطبی کا قول صحیح لگتا ہے۔ کہ یہ فلسطین اور اردن کے درمیان والا نہر ہے۔

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۔۔۔

یہ وہ 313 تربیت یافتہ لوگ تھے جو کہ اصل مجاہد تھے۔ یہی کندن سونا تھا اور تربیت یافتہ خالص مسلمان تھے جو کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ ان کا ایمان بھی مظبوط تھا اور ان کے اندر صبر بھی تھا۔ اس لیے کامیاب ہو گئے

وَلَمَّا بَرَزُوْا ۔۔۔

مبارزت عربی زبان میں مطلق سامنے آنے کو نہیں کہتے بلکہ جنگ میں مقابلہ کے لئے سامنے آنے کو مبارزت کہتے ہیں۔

داؤد کون تھا؟

اس حوالے سے تفسیر قرطبی کہتا ہے کہ "كان داود راعياً وكان اصغر الإِخوت وكان له سبعة اِخوتٍ في اصحاب طالوت"[15] داؤد علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔ ان کے سات بھائی تھے جن میں سب سے چھوٹا داؤد تھا۔ ان 313 کے لشکر میں 7 افراد داؤد کے بھائی تھے۔ یاد رکھے کہ بکریاں چَرانا کوئی عیب نہیں ہے کیوں کہ ہر نبی نے بکریاں چرائیں ہیں تاکہ ان کو انتظامی امور میں مہارت حاصل ہو جائے۔

اس جنگ میں داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ جس طرح ابو جہل کو جنگ بدر میں دو نابالغ بچوں نے قتل کیا تھا۔ اس وقت ابو جہل کے منہ سے یہ بات نکلی تھی کہ مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ میں انصار کے ہاتھوں مارا گیا۔ اگر اپنی قوم کے ہاتھوں مر جاتا تو مجھے افسوس نہ ہوتا۔ کیونکہ انصار میرے مقابلے کے نہیں ہیں۔

داؤد علیہ السلام ایک عظیم شخصیت تھے۔ اگر چہ عمر کے لحاظ سے چھوٹے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دین عطا فرمایا تھا۔ اور نبوت بھی اس کے بعد ملی تھی۔ انہوں نے 40 سال عدل کے ساتھ حکومت کی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ حکومت اس کو دیتا ہے جس کے

پاس علم ہوں۔ جیسا کہ آئین پاکستا میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ممبری کے اہل وہ لوگ ہونگے جن کے پاس دین کا علم ہو[16]۔ یہ آئین پاکستان کا بہت اچھا دفعہ ہے۔ جس کو ضیاء الحق شہید نے آئین پاکستان میں شامل کیا تھا۔

جہاد کا بنیادی مقصد

جنگ اور جہاد کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ زمین سے فساد دفع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی ظالم کے ذریعے دوسرے ظالم کو سزا دیتا ہے اور کبھی کسی عادل کے ذریعے سزا دیتا ہے۔ روس کو امریکہ کے ذریعے سزا دیتا ہے اور امریکہ کو کسی دوسرے ظالم کے ذریعے سزا دے گا۔ جب عوام ظلم کرتی ہیں تو ان پر ظالم حکمران مسلط کیا جاتا ہے۔ جس طرح حدیث میں آیا ہے "اعمالکم عمالکم "[17] تمہارے اعمال تمہارے حکمران ہیں۔ یہ حکمران بھی اعمال کا نتیجہ ہے۔ جب اعمال بد کریں گے تو ظالم حکمران مسلط ہو گا۔ اور نیک اعمال کریں گے تو عادل حکمران آئے گا۔ البتہ یہ بات یاد رہے کہ دین کے غلبے کی جدوجہد بھی اعمال صالحہ میں سے ہیں اور ضروری ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾٪ "یہ سب رسول ایسے ہیں جن میں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔ ان میں کوئی تو وہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے۔ اور بعضوں کے درجے بلند کیے ہیں۔ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح معجزے دیئے ہیں۔ اور ہم نے ان کی تائید روح القدس سے فرمائی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جو لوگ ان انبیاء کے بعد آئے ہیں وہ کبھی باہم قتل قتال نہ کرتے ان دلائل کے بعد جو ان کو پہنچ چکے تھے۔ لیکن ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی ان میں سے ایمان لایا اور کوئی کافر ہو گیا۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے"۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔۔۔

ہم نے بعض انبیاء کو بعض کے اوپر فضیلت دی ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ولقد فضلنا بعض النبيين على بعض وآتينا داود زبوراً" (سورۃ الاسراء 17 آیت 55) یعنی ہم نے بعض انبیاء کرام کو دیگر پر فضیلت دی اور داود کو ہم نے زبور دیا تھا۔ لہٰذا انبیاء کرام کے مابین فرق مراتب ہے اور تمام انبیاء کرام میں سب سے اونچا درجہ محمد ﷺ کا ہے جو کہ آخری نبی ہے۔

امام نووی نے شرح المہذب میں " بعضهم على بعض "کی تشریح میں فرمایا ہے کہ "المراد محمدٌ هوخيرخلقه كلهم من الملئكة والآدميين۔[18] "یعنی "بعضهم" سے مراد نبی آخر الزمان ہے وہ تمام انسانوں اور فرشتوں سے بہترین ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر انبیاء میں بھی فرق مراتب اور درجے ہیں۔ لیکن ایک بات میں تمام انبیاء کرام برابر اور شریک ہیں وہ یہ کہ تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے پیغام رسان اور نمائندے ہیں۔ اور تمام انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہیں اور سب کے سب واجب الاحترام اور واجب الاطاعت ہیں۔ ہر پیغمبر اپنے زمانے میں معیار حق، واجب الاطاعت اور مطاع مطلق تھا۔ لیکن اب خاتم النبیین ﷺ کے دور میں قیامت تک مطاع مطلق صرف رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اگر سابقہ انبیاء میں کوئی زندہ بھی ہو جائے تو وہ محمد ﷺ کے تابعداری کرے گا حتیٰ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اُترے گا تو وہ بھی شریعت محمدی ﷺ کے تابع ہو گا۔

انبیاء کرام اور رسولوں کی تعداد

انبیاء اور رسولوں کی تعداد کتنی ہیں تو اس باب میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔"وعن ابي ذر قال: قلت: يا رسول الله اي الانبياء كان اول، قال: آدم . قلت، يا رسول الله اَ نبيٌّ كان، قال: نعم نبي مكلم .قال قلت: يا رسول الله كم المرسلون؟ قال: ثلاثمائة وبضعة عشر جمًا غفيرا، وقال مرتا خمسة عشر، قال قلت يا رسول الله ايهاآيت انزل عليک اعظم قال آيت الكرسى الله لااله الا هوالحيُّ القيومُ-"19۔یعنی حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پہلا پیغمبر کون تھا؟ تو فرمایا کہ آدم علیہ السلام، پھر میں نے پوچھا کہ کیا وہ پیغمبر تھے، تو فرمایا کہ ہاں وہ نبی تھے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی تھی ۔پھر میں نے عرض کیا کہ ان میں رسول کتنے ہیں؟ تو فرمایا کہ تین سو اور دس سے کچھ اوپر پر لفظ "بضعةٌ" دلالت کرتا ہے عدد مبہم پر تو تین سو دس تو یقیناتھے۔ لیکن دس سے اوپر بھی کچھ تھے۔ پھر اگر بضعۃ سے تین مراد لے لیں تو پھر تین سو تیرہ بن جاتے ہیں لیکن دوسری روایت میں بضعۃ کے بجائے خمسۃ عشر کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی تین سو پندرہ تھے۔ لیکن مشہور روایت میں بضعۃ لفظ مبہم ہے۔ اگر اس کا ادنی تعداد لے لیں تو تین سو تیرہ بن جاتے ہیں اور مشہور روایت 313 والی ہے)۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ، قرآن مجید میں کونسی عظیم آیت آپ پر نازل ہوئی ہے۔ تو فرمایا کہ وہ آیت الکرسی ہے۔

خلاصہ ونتائج

ان آیات سے حاصل ہونے والے نتائج نہایت اہم اور سبق آموز ہیں۔ سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ موت سے فرار ناممکن ہے، لہٰذا انسان کو اللہ کے راستے میں قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے کیونکہ یہی اصل کامیابی ہے۔ قیادت کے حوالے سے قرآن نے یہ اصول واضح کیا کہ قیادت کا حق اس کو ہے جو زیادہ علم اور صلاحیت رکھتا ہو، نہ کہ وہ جو صرف دولت یا نسبی حیثیت رکھتا ہو۔ ایمان اور صبر کو کامیابی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ کی مدد ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے، چاہے ان کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ جہاد اور قربانی کا اجر بھی ان آیات میں بیان ہوا ہے، جو دنیاوی حساب سے ناقابلِ تصور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جہاد میں خرچ اور عبادت کا اجر کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ آخر میں اسلامی سیاست کا اصول سامنے آتا ہے کہ اگر سیاست اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ہو تو مبارک ہے، ورنہ دنیاوی سیاست ذلت اور رسوائی کا سبب ہے۔ یوں یہ آیات مسلمانوں کو نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی زندگی کے اصول اور رہنمائی فراہم کرتی ہیں، اور یہ سبق دیتی ہیں کہ ایمان، صبر ، قربانی اور اللہ پر اعتماد ہی کامیابی کی اصل بنیاد ہیں۔

حوالہ جات

1۔ابن کثیر نے اس قول کو یوں نقل کیا ہے۔"وَرَوَى ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانُوا أَهْلَ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا دَاوَرْدَانَ. وَكَذَا قَالَ السُّدِّيُّ وَأَبُو صَالِحٍ وَزَادَ مِنْ قِبَلِ وَاسِطٍ، وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: كَانُوا مَنْ أَهْلِ أَذْرِعَاتٍ"۔"(ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی(774ھ)، تفسیر قرآن العظیم، محلہ جنگی پشاور، مکتبہ قرآن وسنۃ، بذیل سورۃ بقرہ 3، آیت 243۔ "یہ لوگ ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اس گاؤں کا نام ذاوردان تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ واسط جو عراق کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جس کا نام ذووردان تھا"

2۔سعید بن عبد العزیز بن ابویحیی التنوخي الدمشقي، ابو محمد،90ہجری کو پیدا ہوئے اور 167ھ کو 77 سال کے عمر میں دمشق میں وفات پائی۔(شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبي(748ھ)، سیر من اعلام النبلاء،(سعید بن عبد العزیز)32:8)۔

3۔حوالہ نمبر 64 میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

4۔تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول کو یوں نقل فرمایا ہے۔"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ قَالَ: كَانُوا أَرْبَعَةَ آلَافٍ"(ابن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، بذیل سورۃ البقرہ 2 آیت 243)"حضرت عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ لوگ چار ہزار تھے"۔

5۔امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس قول کو یوں نقل فرمایا ہے۔"وَقِيلَ: إِنَّهُمْ فَرُّوا مِنَ الْجِهَادِ وَلَمَّا أَمَرَهُمُ اللَّهُ بِهِ عَلَى لِسَانِ حِزْقِيلَ النَّبِيِّ عليه السلام، فَخَافُوا الْمَوْتَ بِالْقَتْلِ فِي الْجِهَادِ فَخَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ فِرَارًا مِنْ ذَلِكَ، فَأَمَاتَهُمُ اللَّهُ لِيُعَرِّفَهُمْ أَنَّهُ لَا ينجيهم من الموت شي-(ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی،(671ھ)، الجامع لاحکام القرآن، القاھرہ، دار الکتب المصریہ طبع ثانیہ 1384ھ، بذیل سورۃ البقرہ 2 آیت 243))" اور کہا گیا کہ وہ جہاد سے بھاگ گئے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل (علیہ السلام) کے ارشاد کے ذریعے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تو انہیں جہاد میں مرنے کے خوف سے اپنے گھروں سے بھاگ گئے، ان کو یہ بتانے کے لیے کہ انہیں موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔"

6۔وَذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ، أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ، كَانُوا أَهْلَ بَلْدَةٍ فِي زَمَانِ بَنِي إِسْرَائِيلَ اسْتَوْخَمُوا أَرْضَهُمْ، وَأَصَابَهُمْ بِهَا وَبَاءٌ شَدِيدٌ، فَخَرَجُوا فِرَارًا مِنَ الموت، هاربين إلى البرية- (ابن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، بذیل سورۃ البقرہ 2 آیت 243)"اور سلف میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک بستی کے لوگ تھے، وہ اپنی سرزمین میں آباد ہوئے، اور ان پر ایک وبا پھیلی، تو وہ موت سے بھاگ کر بیابان میں چلے گئے۔"

7۔اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔"حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شعبة قَالَ: أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا). فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ يحدِّث سَعْدًا وَلَا ينكره؟ قال: نعم"(ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، حدیث نمبر 5728)"اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم کسی ملک میں طاعون کی خبر سنو تو اس میں داخل نہ ہو اور اگر وہ کسی ملک میں پھیل جائے اور تم اس میں ہو تو اسے مت چھوڑو۔ تو میں نے کہا، کیا تم نے اسے سعد سے بات کرتے ہوئے سنا ہے اور اس نے انکار نہیں کیا؟ اس نے کہا، ہاں"۔

ترجمہ رواۃ

"حفص بن عمر بن حارث بن صخبرہ، ابو عمر حوضی۔ ازدی نمر بن غیمان بصری ، وہ حدیث کے ائمہ میں سے ہیں اور وہ ثقہ اور ثابت ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ بنو عدی کا غلام تھا۔ علی بن مدینی نے کہا، بصرہ کے لوگ ابو عمر حوضی اور عبد اللہ بن رجاء کے انصاف پر متفق تھے۔ "احمد بن حنبل نے کہا یہ ثابت اور قطعی ہے اور اس سے ایک لفظ بھی نہیں لیا جا سکتا۔ آپ کی وفات جمادی الآخرہ سنہ دو سو پچیس ہجری میں ہوئی۔ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ ہے اور ثابت کہا ہے "ابن حجر، تھذیب التھذیب، 258 :1، راوی نمبر:1421؛ المزي، تھذیب الکمال فی اَسماء الرجال، 26:7، راوی نمبر:1397'۔

"شعبہ؛ شعبہ بن حجاج بن الورد العتکی الازدی، ابو بسطام ان کی کنیت تھی ان کی نسب عتکی الازدی تھا، بصرہ میں رہتے تھے۔ امام شعبہ بن حجاج کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے مگر وہ اپنے علم و فضل، دیانت و تقویٰ اور بعض دوسری خصوصیات کی وجہ سے تابعین کے زمرہ میں شمار کیے جانے کے مستحق ہیں، اربابِ تذکرہ ان کا ذکر تابعین کے ساتھ کرتے ہیں۔ غالباً ان کے نزدیک صرف روایت صحابہ تابعیت کے لیے کافی نہیں اس لیے ان کو اس فہرست میں لے لیا گیا ہے۔ 82ھ یا 83ھ یا 85ھ یا 86ھ یا 87ھ کو واسط میں پیدا ہوئے اور 160ھ میں بصرہ میں انتقال کر گئے۔ ابن حجر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ثقہ اور حافظ تھے، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ تحصیلِ علم کے بعد انھوں نے واسطہ کی بجائے بصرہ میں جو اس وقت علم و فن کا گہوارہ تھا، قیام کیا اور وہیں اپنا حلقۂ درس قائم کیا، بصرہ کی سرزمین ان کو ایسی پسند آئی کہ ساری عمر وہیں ختم کر دی، خلیفہ مہدی نے ان کو بصرہ میں کچھ زمین بھی عطا کر دی تھی؛ مگر انہوں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ ابن حجر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ثقہ اور حافظ تھے، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے "المزي، تھذیب الکمال فی اَسماء الرجال، 479:12، راوی نمبر:2739؛ ابن حجر، تھذیب التھذیب، 436 :1، راوی نمبر:2805"۔

"حبیب بن ابی ثابت الاسدی حبیب بن ابی ثابت، آپ کا نام قیس بن دینار ہے اور کہا جاتا ہے: قیس بن ہند۔ آپ کی کنیت ابو یحییٰ الکوفی ہے، جو بنو اسد بن عبد العزہ کے غلام تھے۔ آپ حدیث نبوی کے راوی، ثقہ تابعی اور فقیہ تھے، محدثین کے گروہ نے ان سے روایت لی ہیں، علی بن المدنی نے کہا: "اس کے پاس دو سو کے قریب احادیث ہیں۔" وہ کوفہ کے فقہا میں سے تھے اور حماد بن ابی سے پہلے کوفہ کے مفتی تھے۔ ابو بکر بن عیاش المقری کہتے ہیں: "کوفہ میں تین لوگ تھے جن کے بعد چوتھا نہیں : حبیب بن ابی ثابت، حکم اور حماد، یہ تین لوگ فتویٰ دینے والے تھے اور کوئی نہیں تھا۔ لہٰذا کوفہ میں لوگوں کو حبیب سے علم حاصل کرنا چاہئے۔ یوسف بن عمر کے دور حکومت میں، 119 یا 122ھ میں کوفہ میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بڑے فقیہ اور ثقہ تھے"۔ ابن حجر، تہذیب التھذیب، 1: 218، راوی نمبر: 1092؛ المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 5: 358، راوی نمبر: 1079"۔

"اسامہ بن زید، اسامہ بن زید بن حارثہ شراحیل بن کعب بن عبد لعزیٰ بن یزید بن امراء القیس، مولیٰ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی، 7ھ بعثت میں مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد زید آنحضرت ﷺ کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے اور ان کی ماں برکہ آنحضرت ﷺ کی کھلائی تھیں، اس لیے ان کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رسول اللہ کی محبوبیت کا شرف ورثہ میں ملا تھا، انھوں نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لیے ان کی زندگی کا کوئی حصہ کفر و شرک کی آلودگیوں سے ملوث نہ ہوا، ہجرت کا شرف آنحضرت ﷺ کے ساتھ حاصل کیا۔ 54 یا 58ھ کو مدینہ طیبہ میں انتقال کر گئے۔ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مشہور صحابی تھے۔"ابن حجر، تہذیب التھذیب، 1: 124، راوی نمبر 318؛ المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 2: 338، راوی نمبر 316"۔

"ابراہیم بن سعد، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص مالک ابن اھیب بن عبد مناف بن زہرہ القرشی الزہری المدنی، ان کا نسب القرشی الزہری المدنی ہے، مدینہ میں رہتے تھے، قاضی ابراہیم کے شیوخ حدیث کی طویل فہرست میں ان کے والد سعد کے علاوہ درجِ ذیل اسمائے گرامی امام زہری، ہشام بن عروہ، محمد بن اسحاق، صالح بن کیسان، صفوان بن سلیم، یزید بن الہاد، شعبہ ہیں۔ ابراہیم بن سعد 108ھ میں پیدا ہوئے ان کی عمر اور سنہِ وفات کے بارے میں علما بہت مختلف رائیں رکھتے ہیں، اس سلسلہ کی تمام روایتوں کو جمع کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی پیدائش 108ھ، 109ھ یا 110ھ میں ہوئی، ان میں اوّل الذکر کے تائیدی بیانات زیادہ ہیں، 100ھ کے بعد وفات پا گئے، ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ثقہ تھے۔" المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 2: 94، راوی نمبر: 175؛ ابن حجر، تہذیب التھذیب، 1: 108، راوی نمبر: 180"۔

8۔ امام مراغی رحمہ اللہ نے یہ قول یوں نقل فرمایا ہے: "و قالوا في سبب إتيان التابوت، إن أهل فلسطين ابتلوا بعد أخذ التابوت بالفيران ، والبواسير فى أنفسهم فتشاءموا منه ، وظنوا أن إله إسرائيل انتقم منهم ،في زرعهم فأعادوه على عجلة تجرها بقرتان ، ووضعوا فيه صور فيران وصور بواسير من الذهب ،وجعلوا ذلك كفارة لذنبهم"۔ احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، بذیل سورۃ بقرہ 2 آیت 248 "صندوق لانے کی وجہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ، فلسطین کے لوگ تابوت اٹھانے کے بعد چوہوں اور بواسیر کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، تو وہ اس سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ اسرائیل کے خدا نے اپنی فصلوں میں ان سے بدلہ لے لیا ہے۔ وہ اسے دو گائیوں کے کھینچے ہوئے پہیے پر واپس لے آئے، اور اس میں چوہوں کی تصویریں اور سونے سے بنی بواسیر کی تصویریں رکھ دیں۔ اور انہوں نے اسے اپنے گناہ کا کفارہ بنایا"۔

9۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔" حدثنا هارون بن عبد الله الحمال ، حدثنا ابن ابي فديك ، عن الخليل بن عبد الله ، عن الحسن ، عن علي بن ابي طالب ، وابي الدرداء ، وابي هريرة ، وابي امامة الباهلي ، وعبد الله بن عمر ، وعبد الله بن عمرو ، وجابر بن عبد الله ، وعمران بن الحصين ، كلهم يحدث، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال:" من ارسل بنفقة في سبيل الله واقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم، ومن غزا بنفسه في سبيل الله وانفق في وجه ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم، ثم تلا هذه الآية والله يضاعف لمن يشاء سورة البقرة آية 261" ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (273) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الجهاد باب فضل النفقة في سبيل الله حدیث نمبر 2761. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے جہاد کے لیے کچھ مال خرچ کیا مگر خود جہاد میں نہیں گیا اس کو ایک درہم پر سات سو درہم کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے خود جہاد بھی کیا اور اس میں اپنا مال بھی خرچ کیا تو اس کے ایک درہم کا ثواب سات لاکھ درہم کے برابر ہوگا۔ اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی واللہ یضاعف لمن یشاء سورة البقرة آية 261."

ترجمہ رواۃ

"ہارون بن عبداللہ بن مروان، ابو موسیٰ ان کی کنیت ہے۔ اور ہارون بن عبداللہ البزاز کے نام سے مشہور ہے۔ مام، حافظ، اور حدیث نبوی کے راویوں میں سے ایک ہیں، آپ کا نام ابو موسیٰ ہارون بن عبداللہ بن مروان بغدادی ہے، جسے الدارقطنی کہتے ہیں۔ میرے شیخ نے کہا، 'وہ دربان ہے۔' اسے قلی کہا گیا تھا کیونکہ وہ ایک آدمی کو اپنی پیٹھ پر مکہ کے راستے پر لے گیا تھا، یہ الحمال لقب کی وجہ تسمیہ ہے۔ انہوں نے سفیان بن عیینہ، محمد بن حرب خولانی، حرمی بن عمارہ، ابو اسامہ، حسین بن علی جعفی، معن بن عیسیٰ، ابن ابی فدیک، یحییٰ بن آدم، یزید بن ہارون سے حدیث سنی بغداد میں رہتے تھے۔ 243ہجری کو 71 سال کی عمر میں بغداد میں وفات پائی۔ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ روای قرار دیا ہے۔" ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 1014، راوی نمبر: 7284؛ المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 30:96، راوی نمبر: 6520"۔

"محمد بن اسماعیل بن مسلم بن دینار، ابو اسماعیل ان کی کنیت ہے۔ اور محمد بن ابی فدیک الدیلی کے نام سے مشہور ہے۔ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ 200ھ۔ 201ھ۔ 199ھ میں وفات پائی۔ ابن حجر عسقلانی نے اس کو صادق قرار دیا ہے۔" ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 826، راوی نمبر: 5773؛ المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 24:485، راوی نمبر: 5068"۔

"خلیل ابن عبداللہ۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو مجہول قرار دیا ہے۔" ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 302، راوی نمبر: 1764؛ المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 8:338، راوی نمبر: 1729"۔

"حسن بصری الحسن بن ابی الحسن یسار البصری ابو سعید الانصاری۔ زید ابن ثابت کے مولیٰ تھے۔ حسن بصری کے نام سے مشہور تھے۔ عمر فاروق کے زمانۂ خلافت 21 ھ میں پیدا ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں لعاب ڈالا اور نام بھی انھوں نے رکھا۔ جب آپ حضرت عمر فاروقؓ کے حضور میں لائے گئے تو انھوں نے آپ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسین ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروقِ اعظمؓ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ کو علمِ دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔ حسن نام، ابو سعید کنیت، والد کا نام یسار تھا، علمی کمالات کے لحاظ سے سرخیل علما اور اخلاق وروحانی فضائل کے اعتبار سے سرتاج اولیاء تھے۔ ان کے والدین غلام تھے، ان کی غلامی کے بارے میں مختلف بیانات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ ان کے والد میسان کے قیدیوں میں تھے، انس بن مالک کی پھوپھی ربیع بنت نضر نے خرید کر آزاد کیا تھا دوسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد اور والدہ دونوں بنی نجار یعنی ایک انصاری کی غلامی میں تھے، انھوں نے بیوی کے مہر میں بنی سلمہ کو دے دیا تھا، بنی سلمہ نے ان کو آزاد کر دیا، تیسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد حضرت زید بن ثابتؓ کے غلام تھے اور ان کی ماں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی لونڈی تھیں، ان اختلافات سے قطع نظر کر کے اتنا مسلم ہے کہ یسار اور ان کی بیوی لونڈی غلام تھے اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا آخری روایت زیادہ مستند ہے۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ 110ھ میں وفائے پائے ہیں۔ ابن حجر نے اس کو ثقہ، فقیہ، فاضل مشہور قرار دیا ہے۔" المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 6:95، راوی نمبر: 1216؛ ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 236، راوی نمبر: 1237"۔

"علی بن ابی طالب عبد مناف بن عبدالمطلب شیبہ بن ہاشم۔ امیر المؤمنین تھے اور رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ 40ھ میں وفات پائے تھے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ مشہور صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔" المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 20:472، راوی نمبر: 4089؛ ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 698، راوی نمبر: 4787"۔

"عویمر نام، ابو درداء کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عویمر بن زید بن قیس بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر والدہ کا نام محبتہ تھا، جو ثعلبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھیں۔ بعثت نبوی کے زمانہ میں تجارت کسب معاش کا ذریعہ تھا، لیکن جب یہ شغل عبادت میں خلل انداز ہوا تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا اور رزاق کون ومکان کے سفرۂ عام پر آبیٹھے بعد میں تجارت سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے تھے مجھے اب ایسی دکان بھی پسند نہیں جس میں 40 دینار یومیہ نفع ہو جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہوں اور نماز بھی نہ قضا ہوتی ہو، لوگوں نے کہا اس کا سبب؟ فرمایا قیامت کے حساب کا خوف ہے۔ وہ دمشق کے قاضی تھے۔ 32ھ میں وفات پائے تھے۔ مشہور صحابی تھے۔" ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 759، راوی نمبر 5263؛ المزي، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، 22: 469، راوی نمبر 4558"۔

"ابو ھریرہ الدوسی الیمانی، ان نام میں اختلاف ہے، عبد الرحمٰن بن صخر یا عبد الرحمٰن بن غنم، عبد اللہ بن عائذ، عبد اللہ بن عامر، عبد اللہ بن عمرو وغیرہ مختلف روایات ہیں۔ ان کی کنیت ابو ھریرہ تھی، مدینہ میں رہتے تھے، 57، 58، یا 59ھ میں انتقال کر گئے۔ ان حجر عسقلانی نے حافظ الصحابہ کہا ہے۔""ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1: 388، راوی نمبر 2409؛ المزي، تھذیب الکمال فی اَسماء الرجال، 66: 11، راوی نمبر 2358"۔

[10]۔ احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر مراغی، بذیل سورۃ البقرہ 2، آیت 245"۔

[11]۔" اثیر الدین محمد بن یوسف بن علی بن یوسف ابن حیان الشہیر بابی حیان الاندلسی الغرناطی (654ھ) تفسیر بحر المحیط، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بذیل سورۃ البقرہ 2، آیت 245"۔

[12]۔" اس تاویل کو امام قرطبی نے یُوں نقل کیا ہے"۔قال بعض المقوّلين المراد بالعلم علم الحرب "ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (671ھ) الجامع لاحکام القرآن ، دمشق مکتبۃ الغزالی، بذیل سورۃ البقرہ 2، آیت 247"۔

[13]۔ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بذیل سورۃ البقرہ 2، آیت 249"۔

[14]۔ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بذیل سورۃ البقرہ 2، آیت 249"۔

[15]۔ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بذیل سورۃ البقرہ 2، آیت 249"۔

[16]۔ پاکستان کے آئین دفعہ "62/ای" میں کسی ممبر اسمبلی کے لیے نااہلی کے بارے میں درج ہے۔ کہ "وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کا مقرر کردہ لازمی فرائض پر عمل، نیز کبیرہ گناہوں سے بچنے والا نہ ہو۔ "زاھد حسین انجم، ائین اسلامیہ جمہوریہ پاکستان 1973ء، اڈیشن 2014ء، انار کلی لاہور، منصور بک ہاوس، ص 68"۔

[17]۔ اس حدیث کو امام سخاوی رحمہ اللہ نے یوں نقل کیا ہے۔ قال الحافظ السخاوي رحمه الله في المقاصد الحسنة"كما تكونون يولى عليكم أو يؤمر عليكم، الحاكم ومن طريقه الديلمي من حديث يحيى بن هاشم حدثنا يونس بن أبي إسحاق عن أبيه أظنه عن أبي بكرة مرفوعاً بهذا، ومن هذا الوجه أخرجه البيهقي في السابع والأربعين (1)، بلفظ: يؤمر عليكم، بدون شك، وبحذف أبي بكرة، وقال: إنه منقطع، وراويه يحيى في عداد من يضع، وله طريق أخرى، فأخرجه ابن جميع في معجمه، والقضاعي في مسنده، من جهة الكرماني بن عمرو حدثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن أبي بكرة بلفظ: يولى عليكم، بدون شك، وفي سنده إلى مبارك مجاهيل، وعند الطبراني معناه من طريق عمر وكعب الأحبار والحسن فإنه سمع رجلاً يدعو على الحجاج فقال له: لا تفعل إنكم من أنفسكم أتيتم، إنا نخاف إن عزل الحجاج أو مات أن يستولي عليكم القردة والخنازير، فقد روي أن أعمالكم عمالكم، وكما تكونون يولى عليكم"(سخاوی حافظ شمس الدین (1497ء)، المقاصد الحسنۃ، حدیث نمبر 835)؛ أنه سمع رجلاً يدعو على الحجاج، فقال له : لا تفعل، إنما نخاف إن عزل الحجاج أو مات و يتولى عليكم القردة و الخنازير، فقد روي أن أعمالكم عمالكم، وكما تكونوا يولى عليكم". (كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلوني، باب الهمزة مع العين، ١/ ١٤٧، مؤسسة مناهل العرفان)

اور یہی کلام امام مناوی رحمہ اللہ (ت ۱۰۳۱ھ) نے فیض القدیر میں اور ملا علی قاری رحمہ اللہ (ت 1014ھ) نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:(فيض القدير شرح جامع الصغير للمناوي، تحت حرف الكاف في شرح حديث: كما تكونوا يولى عليكم، ٦/ ٣١٧، دار الحديث القاهرة، ١٤٣١- المرقاة شرح المشكاة لعلي القاري ، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثالث، في شرح حديث: كما تكونون كذلك يؤمر عليكم، ٧ / ٢٢٨، المكتبه الإمدادية، ملتان)

حافظ سخاوی اور محدث عجلونی رحمہما اللہ تعالی کے کلام میں اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ یہ ان حضرات کا اپنا کلام ہے، یا وہ حضور صلی اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں، یا پھر کوئی اسرائیلی روایت ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہ کلام اور اس طرح کا مفہوم قرن اول میں ہی مشہور تھا، خلاصہ یہ ہے کہ اگر چہ یہ بات فی نفسہ درست ہے، لیکن جب تک کوئی معتبر سند نہ مل جائے، اس جملے کو بطورِ حدیثِ مرفوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبت کرکے بیان کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔

[18]۔ النووی، ابو ذکریا محی الدین بن شرف النووی الدمشقی (676ھ)، المجموع شرح المھذب، القاہرہ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، (1344) ج 1، ص 75۔

[19]۔ اس حدیث کو اما احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔"حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ أَبِي عُمَرَ الشَّامِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْخَشْخَاشِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لِي: " يَا أَبَا ذَرٍّ، هَلْ صَلَّيْتَ؟ " قُلْتُ: لَا. قَالَ: " قُمْ فَصَلِّ " قَالَ:

فَقُمْتُ فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: " يَا أَبَا ذَرٍّ، اسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّ شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ " قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَهَلْ لِلْإِنْسِ مِنْ شَيَاطِينَ؟ قَالَ: " نَعَمْ، يَا أَبَا ذَرٍّ، أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ " قَالَ: قُلْتُ: بَلَى بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، قَالَ: " قُلْ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ ".قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا الصَّلَاةُ؟ قَالَ: " خَيْرٌ مَوْضُوعٌ، فَمَنْ شَاءَ أَكْثَرَ وَمَنْ شَاءَ أَقَلَّ " قَالَ: قُلْتُ: فَمَا الصِّيَامُ، يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " قَرْضٌ مُجْزِئٌ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا الصَّدَقَةُ؟ قَالَ: " أَضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ، وَعِنْدَ اللهِ مَزِيدٌ " قَالَ: قُلْتُ: أَيُّهَا أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " جُهْدٌ مِنْ مُقِلٍّ، أَوْ سِرٌّ إِلَى فَقِيرٍ " قُلْتُ: فَأَيُّمَا أَنْزَلَ اللهُ عز وجل عَلَيْكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ: " {اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ} [البقرة2آیت 255] " حَتَّى خَتَمَ الْآيَةَ.قُلْتُ: فَأَيُّ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ أَوَّلَ؟ قَالَ: " آدَمُ " قُلْتُ: أَوَنَبِيٌّ كَانَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " نَعَمْ نَبِيٌّ مُكَلَّمٌ " قُلْتُ: فَكَمِ الْمُرْسَلُونَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " ثَلَاثُ مِئَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ، جَمًّا غَفِيرًا "۔

امام احمد بن حنبل (241)، مسند احمد، مسند الانصار، حدیث نمبر21552 "۔"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے میں بھی مجلس میں شریک ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے عرض کیا نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھو، چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آ کر مجلس میں دوبارہ شریک ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! انسانوں اور جنات میں سے شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں نے پوچھا یارسول اللہ! نماز کا کیا حکم ہے؟ فرمایا بہترین موضوع ہے جو چاہے کم حاصل کرے اور جو چاہے زیادہ حاصل کر لے میں نے پوچھا یارسول اللہ روزے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ایک فرض ہے جسے ادا کیا جائے گا تو کافی ہو جاتا ہے اور اللہ کے یہاں اس کا اضافی ثواب ہے میں نے پوچھا یارسول اللہ! صدقہ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کا بدلہ دوگنا چوگنا ملتا ہے میں نے پوچھا یارسول اللہ! سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟ فرمایا کم مال والے کی محنت کا صدقہ یا کسی ضرورت مند کا راز، میں نے پوچھا یارسول اللہ! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ فرمایا حضرت آدم علیہ السلام میں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا وہ نبی تھے؟ فرمایا ہاں، بلکہ ایسے نبی جن سے باری تعالیٰ نے کلام فرمایا، میں نے پوچھا یارسول اللہ! رسول کتنے آئے؟ فرمایا تین سو دس سے کچھ اوپر ایک عظیم گروہ میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ پر سب سے عظیم آیت کون سی نازل ہوئی؟ فرمایا آیت الکرسی"۔

ترجمہ رواۃ

یزید۔یزید بن ھارون بن زادی، ان کی کنیت ابو خالد ہے، واسط کے رہائشی تھے، دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جن تبع تابعین نے علم و عمل کی قندیلیں روشن کیں۔ان میں ایک امام یزید بن ہارون اسلمیؒ بھی تھے۔جو جملہ علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ سیرت کردار کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے ان کے جلالت قدر حفظ وضبط عدالت وثقاہت ذکاوت وفطانت، زہد وورع، بے نفسی، خشیت الٰہی تبحر علمی کا اندازہ ان کے اساتذہ و تلامذہ کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔تابعین کرام میں امام یزید بن ہارون اسلمی کے اساتذہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید حضرت یحییٰ بن سعید اور حضرت سلیمان بن طرخان تیمی شامل ہیں۔206ھ میں واسط میں انتقال کر گئے۔ابن حجر نے ان کو ثقہ اور متقی قرار دیا ہے۔"ابن حجر، تہذیب التھذیب، 1084، 1: راوی نمبر:7842؛المزی، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، 261:32، راوی نمبر:7016"۔

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عتبہ بن عبد اللہ بن مسعود المسعودی ا، لکوفی، الھذلی۔مسعودی کے نام سے مشہور تھے، کوفہ، بغداد کے رہائشی تھے۔آپ ابو عمیس کے بھائی ہیں، آپ 80 ہجری کے بعد عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں پیدا ہوئے، وہ ایک عظیم فقیہ اور محدث تھے۔مسعر بن کدام نے کہا، کہ ابن مسعود کے علم میں، میں مسعودی سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔" ان کا حافظہ ان کی وفات سے ایک یا دو سال پہلے بدل گیا، 160ھ یا 165ء کو بغداد میں انتقال کر گئے۔ابن حجر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ "صدوق"۔المزی، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، 219:17، راوی نمبر:3872؛ابن حجر، تہذیب التھذیب، 586 :1، راوی نمبر:3944"۔

"ابو عمر شامی دمشقی ان کی کنیت ابو عمر یا ابو عمرو تھا، دمشق کا رہنے والا تھا، آپ اہل سنت کے علماء اور چوتھی صدی ہجری میں سنی تصوف کی ممتاز ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔آپ کی وفات سنہ 320ھ میں ہوئی ابن حجر عسقلانی نے اس کہ ضعیف قرار دیا ہے۔"ابن حجر، تہذیب التھذیب، 1181 :1، راوی نمبر:8328؛المزی، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، 109:34، راوی نمبر:7527"۔

"عبید ابن خشخاش یا خشخاس کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام عبید اللہ ابن خسحاس ہے ابن حجر عسقلانی نے ان کو لین قرار دیا ہے۔"المزی، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، 204:19، راوی نمبر:3715؛ابن حجر، تہذیب التھذیب، 649 :1، راوی نمبر:4402"۔

"ابوذر، ان کے نام میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں جندب ابن جنادہ ان کا نام تھا کچھ کہتے ہیں کہ ان کا نام بربر بن جنادہ تھا کچھ کہتے ہیں کہ بربر بن جندب ان کا نام ہے، جندب بن عبد اللہ، جندب بن سکن، وغیرہ ابوذر ان کی کنیت تھی، غفار قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کلام حبیب ہونے کی حیثیت سے قدرۃ آپ کو حدیث سے خاص ذوق تھا، آپ کی مرویات کی تعداد 281 ہے، ان میں 12 متفق علیہ ہیں اور 2 میں بخاری اور 7 میں مسلم منفرد ہیں، یہ تعداد حضرت ابوہریرۃؓ وغیرہ کی مرویات کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوذرؓ خاموش، تنہائی پسند اور کم آمیز تھے، اس لیے ان کے علم کی اشاعت نہ ہو سکی، ورنہ صحابہ میں انس بنؓ مالک اور عبد اللہ بن عباسؓ جیسے بزرگ ان سے استفادہ کرتے تھے، عام رواۃ میں خالد بن وہبان، زید بن وہب جہنی، خرشہ بن جر جبیر بن احنف بن قیس، عبد اللہ بن صامت، زید بن ذبیان، عبد اللہ بن شقیق، عمرو بن میمون، عبد اللہ بن غنم، قیس بن عباد، مرثد بن مالک بن زبید وغیر ہم نے ان سے روایتیں کی ہی ربذہ کے مقام پر 32ھ میں انتقال کر گئے۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ مشہور صحابی تھے"۔ ابن حجر، تھذیب التھذیب، 1143 :1، راوی نمبر 8147:؛ المزي، تھذیب الکمال فی اَسماء الرجال، 294 :33، راوی نمبر 7351"۔